1

ہمارا آئندہ پروگرام

(فرمودہ ۵ر جنوری ۱۹۲۳ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا۔

مجھے کھانسی اور بخار کی شکایت ہے۔ اس لئے بلند آواز سے میں نہیں بول سکتا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں آج کا دن اس انتظام کو مد نظر رکھ کر جس پر آج کل دنیا کاربند ہو رہی ہے بہت اہم ہے۔ اس لئے جس طرح بول سکوں۔ بولتا ہوں۔

دنیا میں کام کرنے والی ہر ایک قوم آئندہ کے لئے اپنا پروگرام بناتی اور اس کے ماتحت کام کرتی ہے۔ جب سال گذرتا ہے تو وہ دیکھتی ہے کہ اس سال کے لئے اس نے جو پروگرام بنایا تھا اس پر کہاں تک اس نے عمل کیا۔ اگر عمل کرنے میں کوتاہیاں ہوئی ہیں تو کیوں ہوئی ہیں۔ آیا اپنے قصوروں سے یا اتفاقی حادثات سے اور اگر اپنے قصوروں سے تو ان کا شرعی نتیجہ کیا نکلا ہے اور قدرتی کیا۔ پھر جو غلطیاں معلوم ہوں ان کا تدارک کرتی ہے۔ یہی طریق ہر سال برابر چلتا جاتا ہے۔ ہمارا بھی پچھلا سال گزر گیا ہے جو بڑی عمر والے تھے ان کا بھی گذر گیا ہے اور جو چھوٹی عمر والے تھے ان کا بھی۔ عورتوں کا بھی وہ سال گذر گیا ہے اور بچوں کا بھی۔ سب کا کسی نہ کسی رنگ میں گذر گیا ہے۔ تمہارا وہ سال جس طرح گذرا اس پر غور کر کے دیکھ لو کہ جس طرح گذرا ہے اگر اس طرح نہ گذرتا بلکہ اس طرح گذرتا تو بھی گذر ہی جاتا۔ لیکن جب تک نفسانی خواہشیں، اُمنگیں اور اُمیدیں سامنے تھیں اس وقت صرف وہی تمہیں اپنی زندگی کا مقصد نظر آتی تھیں۔ لیکن جب وہ گذر گئیں تو معمولی ہو گئیں۔ تم سوچو اگر اس گذرے ہوئے سال میں اس طرح نہ ہوتا جس طرح تم چاہتے تھے بلکہ اس طرح ہوتا جس طرح اسلام چاہتا تھا۔ جس طرح بنی نوع انسان کے فوائد چاہتے تھے۔ جس طرح سلسلہ اور جماعت کے اغراض و مقاصد چاہتے تھے۔ جس طرح اعلیٰ اخلاق چاہتے تھے۔ جس طرح عزیزوں اور رشتہ داروں کے تعلقات چاہتے تھے۔ تو کیا تمہاری زندگی میں کوئی فرق آجاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اب جبکہ وہ وقت گذر گیا جس میں تم ذاتی اور نفسانی فوائد اور اغراض کو اپنی زندگی کا اہم مقصد سمجھتے تھے اور جن کی نسبت خیال رکھتے تھے کہ ان کے بغیر زندگی تلخ ہو جائے گی۔ وہ تم کو

معمولی معلوم ہوں گے۔

اگر اس طرح تم اپنے گذشتہ سال پر غور کرو گے اور سوچو گے تو آئندہ کے لئے تمہیں بہت مدد مل جائے گی اور تم اپنی زندگی کو بہت زیادہ کار آمد بنا سکو گے بہت لوگ ہیں۔ جو معمولی معمولی شخصی فوائد پر جھگڑے پیدا کرتے اور سمجھتے ہیں کہ اگر یوں نہ ہوا جس طرح ہم چاہتے ہیں تو اندھیرا ہو جائے گا۔ وہ اس وقت اپنے اور اپنے دوستوں کی زندگی کا مدار اسی پر سمجھتے ہیں لیکن اگر وہ ایسا نہ کریں تو بھی میں یقین دلاتا ہوں کہ زندہ رہ سکیں بلکہ زیادہ عمدگی سے زندگی بسر کر سکیں۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ اس وقت یہ نہیں سمجھا جاتا اور پیچھے یہ معلوم ہوتا ہے۔

پس تم لوگ ایک تو پچھلے سال پر غور کرو کہ اس میں تم نے شخصی اور ذاتی فوائد کے لئے جو اسلام کے فوائد کو قربان کیا اگر نہ کرتے تو آج دنیا میں اس سے بہتر زندگی بسر کرتے یا نہ۔ جیسی کر رہے ہو۔ اگر اس بات پر غور کرو گے تو اگلے سال کے لئے تمہیں طاقت اور مدد مل جائے گی اور تم ذاتی اور نفسانی فوائد کو اسلام کے فوائد پر باآسانی قربان کر سکو گے۔ بے شک ایک آدھ دفعہ اس بات پر غور کرنے سے فائدہ نہ ہو گا مگر بار بار غور کرنے سے ضرور فائدہ ہو گا۔

اب رہا آئندہ کا پروگرام۔ مسلم اور غیر مسلم میں یہی فرق ہے کہ غیر مسلم کو سوچنا پڑتا ہے کہ آئندہ کیا کرے لیکن مسلم کے لئے پروگرام مقرر ہے صرف اس کی تفصیلیں طے کرنا باقی ہوتی ہیں۔ اور وہ پروگرام یہ ہے **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** (الذاریت۵۷) خدا تعالیٰ فرماتا ہے میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ میرے عبد بن جائیں۔ پس چونکہ مسلم کا پروگرام یہی ہے کہ اللہ کا بندہ بنے۔ اس لئے تم آئندہ کا پروگرام یہی بناؤ کہ خدا کا بندہ بن کر دکھانا ہے اس بندہ کے لئے بہت سے کام ہوتے ہیں۔ ان فرائض کی تفصیل اس مضمون کو واضح کر سکتی ہے۔ مگر میں نے بتایا ہے آج مجھے بولنے کی طاقت نہیں اور وقت بھی زیادہ ہو گیا ہے۔ مگر میں تاکید کرتا ہوں کہ ایک نکتہ کو مد نظر رکھنا۔ حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے رمضان میں انسان کو یہ عہد کر لینا چاہیئے کہ اب کے میں یہ عیب ضرور چھوڑ دوں گا اور اس طرح عیوب کو چھوڑتے جانا چاہیئے۔ اس سال مثلاً ہماری جماعت یہ بات سامنے رکھ لے کہ جماعت میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنا ہے۔ یہ جن اسباب اور ذرائع سے پیدا ہوتا ہے ہر ایک احمدی ان کو مہیا کرے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔ لڑائیاں جھگڑے محض چھوٹے چھوٹے ذاتی فوائد کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر وہ فوائد حاصل نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں ہوتا مگر انسان سمجھتا ہے کہ بہت نقصان ہوتا ہے حالانکہ بہت کم ایسی باتیں ہیں جن سے نقصان ہوتا ہے اور جن سے نقصان ہوتا ہے ان کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ اور جن میں نہیں ہوتا ان میں جھگڑے پیدا کرتا رہتا ہے۔ مثلاً خدا تعالیٰ سے تعلق نہ ہونے

میں نقصان ہوتا ہے۔ مگر ادھر خیال نہیں کرتا۔ اور اگر مال نہ ملے تو اس کو نقصان سمجھتا ہے حالانکہ کئی مال جو آتے ہیں اپنے ساتھ ایسی ایسی ذمہ داریاں لاتے ہیں جن کو پورا نہ کرنے کی وجہ سے خدا سے پہلے جو تعلق ہوتا ہے وہ بھی جاتا رہتا ہے۔ تو بہت سے فتنے ایک چیز کی غلط اہمیت سمجھنے سے پیدا ہوتے ہیں اور اکثر جھگڑے اسی بات سے پیدا ہوتے ہیں کہ جھوٹی بات کو بڑا سمجھ لیا جاتا ہے۔ معمولی معمولی باتوں پر انسان تفرقے ڈال دیتا۔ دنگے پیدا کر دیتا ہے یا ذرا ذرا سے مالی فوائد پر اس قدر لڑتا ہے کہ اخلاق بگاڑ لیتا ہے اپنے بھائیوں سے بولنا چھوڑ دیتا ہے حالانکہ اصل زندگی جس کے بغیر عبودیت قائم نہیں رہ سکتی۔ اتحاد و اتفاق ہی ہے۔ وجہ یہ کہ اللہ کی ایک ذات ہے اور جتنی چیزیں ایک نقطہ کی طرف جائیں گی۔ وہ آپس میں قریب ہوتی جائیں گی اور جتنی اس نقطہ سے دور ہوتی جائیں گی۔ اتنا ہی ان میں زیادہ بُعد ہوتا جائے گا۔

ایک نقطہ ڈال کر دیکھ لو خطوط جتنے اس کے قریب ہوتے جائیں گے اتنے ہی آپس میں بھی قریب ہونگے اور جتنے دور ہونگے اتنے ہی زیادہ آپس میں بھی دور ہونگے۔ اسی طرح جو اللہ تعالیٰ کے جتنا قریب ہوتا ہے۔ اتنا ہی انسانوں سے بھی قریب ہوتا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ ایک نقطہ اور مرکز ہے جس پر سب چیزیں مجتمع ہوتی ہیں۔ سب مخلوقات کا منبع خدا کی ذات ہے۔ اس لئے وہ نقطہ جس سے ساری لکیریں ملتی ہیں جتنا اس کے کوئی قریب ہوگا اتنا ہی دوسروں سے قریب ہوگا اور جتنا لوگوں سے دور ہوگا اتنا ہی خدا سے دور ہوگا۔ اگر تم دیکھو کہ لوگوں سے تمہیں شقاق ہے تو یہ بھی سمجھ لو کہ تم خدا سے بھی دور ہو۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ تم خدا کے قریب ہو اور بندوں سے دور۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ خدا سے دور ہونے والا تم سے دور ہو۔ مگر تم خدا کے قریب ہو کر اس سے دور نہیں ہو سکتے۔ ابوجہل بے شک رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دور تھا۔ کیونکہ خدا سے دور تھا لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس سے دور نہ تھے کیونکہ ابوجہل بھی خدا کا بندہ تھا خواہ کتنا ہی شرارت میں بڑھا ہوا تھا۔ قرآن کریم میں جو یہ آتا ہے کہ **لعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین** (الشعراء ۴) تو کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مسلمانوں کے لئے غم کرتے تھے کہ وہ مسلمان نہیں ہوتے۔ بلکہ ابوجہل عتبہ شیبہ کے لئے آپ کی یہ حالت تھی۔

پس خوب سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ کا قرب پانے کی علامت یا ذریعہ۔ بنی نوع انسان کی ہمدردی ہے۔ خصوصاً ایک مذہب والوں کی ہمدردی تو ایمان کا جزو ہے۔ اس کو مد نظر رکھ کر اپنے حرکات و سکنات ' اقوال و افعال کو اس کے مطابق بناؤ اور پھر دیکھو کہ خدا کے کیسے کیسے فیضان تم پر نازل ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ تمہیں اس کی توفیق دے۔

(الفضل ۱۵ر جنوری ۱۹۲۳ء)